بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(۳)

دنیا کے آزاد ترین ممالک اس لحاظ سے بدنصیب ہیں کہ ان کی آزادی کی ساری دولت پر ایسی فاسق قیادتیں قابض ہیں جو سرمائے اور ذہنی برتری کے زور سے عوام کے ووٹ حاصل کر کے حکمران بن گئی ہیں اور اپنی ریاستوں کے تمام ذرائع و وسائل کو اپنی اغراض کی خدمت میں لگائے ہوئے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ، روس اور دوسرے تمام ممالک میں آزادی صرف برسرِ اقتدار طبقوں اور پارٹیوں کی جاگیر ہے اور بچارے عوام ان طبقوں اور پارٹیوں کے سامنے غلامی کے مقام پر کھڑے ہیں۔ یہی حال دوسرے چھوٹے بڑے ممالک کا ہے اور اسی حال میں برِعظیم ہند کے باشندے مبتلا ہیں۔

ہماری آزادی کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ انگریزی اقتدار سے نجات پانے کے لئے تھا، دوسرے مرحلے میں ہندوستانی امپریلزم کے خطرے سے بچ نکلنا مطلب تھا، اور اب تیسرا مرحلہ جو قوم کو درپیش ہے، اس میں ہمیں اپنے گھر کے خطرناک ترین امپریلزم سے نجات پانے کی جدوجہد کرنی ہے۔ بتانِ کلیسا کی بندگی سے ہم نکل چکے ہیں، بتانِ دیر بھی ہمیں اپنا زناری بنانے میں ناکام رہے ہیں، لیکن اب جھگڑا بتانِ حرمؐ سے ہے جن کی شانِ خداوندی میں کچھ زیادہ تقدس اس وجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے خود ساختہ بت ہیں اور پھر ستم یہ کہ ان کے ہونٹوں پر لا الٰہ الا اللہ کا کلمۂ طیبہ بھی رقصاں رہتا ہے۔ غیروں کے مقابلے میں اپنوں کی غلامی سے نکلنے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ اپنے بہر حال اپنے ہوتے ہیں، ان کی برادریاں اور پارٹیاں ہوتی ہیں، چاروں طرف اُن کے روابط کے جال پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، وہ قوم کی نفسیات اور اس کے مذاق اور رجحانات کے رمز آشنا ہوتے ہیں، وہ عوام کی دکھتی رگوں کو جانتے ہیں، وہ اس سیاسی بولی کے ماہر ہوتے ہیں جس سے قوم مسحور

ہو سکتی ہے، وہ اُن نعروں اور اصطلاحوں کے صحیح استعمال کے راز داں ہوتے ہیں جن سے بڑے بڑے اہلِ خرد کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ فرعون اور اس کے بنائے ہوئے بتوں کے خلاف بنی اسرائیل کو نفرت دلانے کے لئے اُس شدید "ضربِ کلیمی" کی ضرورت نہ تھی جو بنی اسرائیل کے اپنے بنائے ہوئے "العجل" کا سحر توڑنے کے لئے حضرت موسےٰؑ نے استعمال کی تھی!

بہ حیثیت مسلمان ہمارا تصورِ آزادی ساری اقوام سے نرالا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اُس وقت تک آزاد نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت و اطاعت کے لئے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں غیر الٰہی ضابطہ و قانون سے آزاد نہ ہو جائیں — چاہے وہ ضابطہ و قانون سمندر پار سے آیا ہو یا اپنے دیس کے لوگوں کا ایجاد کردہ ہو۔

جب تک ہمارے اوپر غیر اسلامی دستور، غیر اسلامی قانون، غیر اسلامی نظامِ تعلیم، غیر اسلامی سیاست و معیشت اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن مسلط ہے اُس وقت تک ہماری غلامی کی زنجیریں نہیں کٹیں۔ ہمارے نئے صبحِ آزادی اُس وقت طلوع ہوتی ہے جب ہم اپنی پوری ملی زندگی کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالنے پر قادر ہو جائیں اور اس مدعا کو حاصل کرنے میں نہ غیروں کی طرف سے کوئی رکاوٹ باقی رہے، نہ اپنوں کی طرف سے کوئی مزاحمت!

یہی تصورِ آزادی تھا جو برعظیم ہند کے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قومیت بنانے اور ایک مشترکہ جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالنے میں مانع ہوا اور اسی کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے کہ اپنے لئے ایک جداگانہ خطۂ زمین حاصل کریں۔ یہ خطۂ زمین گرانبہا قربانیوں کے عوض میں ہمیں حاصل ہوا اور اس کا خیال کہ دوسری قربانیوں کے ساتھ ہمیں تقسیم کی ہلاکت نا انصافیاں بھی گوارا کرنی پڑیں۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس خطۂ ارضی کی آزادی کی ساری دولت انگریز کے جانشینوں کے سپرد کر دی گیا ہے جو اس کو نظامِ اسلامی کی تعمیر پر صرف کرنے میں برابر لیت و لعل کر رہے ہیں۔ کل یہی لوگ تھے کہ اسلامی نظامِ تمدن و سیاست کے نام پر آزادی کی جنگ میں مسلمان عوام کا تعاون حاصل کر رہے تھے لیکن آج یہی لوگ ہیں کہ عوام کی طرف سے اسلامی نظام کے مطالبے پر ان کے

چہرے غضب آلود ہو جاتے ہیں اور جو لوگ عوام کے اسلامی مطالبات کو آگے بڑھ کے واضح کرنا چاہتے ہیں، اُن کو دبانے کے لئے بے محابا سیفٹی ایکٹ جیسے خلافِ اسلام قوانین کا استعمال کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہم نے اِن کو آزادی کا متولّی اگر بنایا تھا تو اس لئے کہ یہ اپنے وعدوں کے مطابق دولتِ آزادی کو رضائے الٰہی کے مطابق صرف کریں گے، لیکن عام وعدوں کے علاوہ خدا کی نیابت اور حدود اللہ کی پابندی کے قطعی دستوری اعلان کے بعد بھی ہمارے متولّیوں کی روش میں کوئی حقیقی تغیر نہیں آیا جس سے یہ امید باندھی جاسکے کہ آزادی کے اسلامی تصور کے نقطۂ نظر سے یہ حضرات آئندہ مراحل میں ہمارے کسی کام آسکتے ہیں۔ اب کوئی چارۂ کار اس کے سوا باقی نہیں ہے کہ ہم اپنے ان متولّیوں کو بدل دیں۔

ہمارے سامنے اب ایک صحیح اسلامی دستور مرتب کرکے اس کی بنیادوں پر سیاست و معیشت کے اسلامی نظام کو استوار کرنے کا تعمیری پروگرام ہے۔ اس تعمیری کام کے لئے ہم کو نئی ذہنیت، نئی علمی قابلیت اور نئی سیرت رکھنے والے انجینئر، معمار اور مزدور درکار ہیں، ہمیں اپنی ضروریات کے لئے نئی دستور ساز اسمبلی چاہئے نئی پارلیمنٹ اور اسمبلیاں چاہئیں، نیا کابینہ چاہئے، نئی داخلہ اور خارجہ پالیسی چاہئے، نیا نظم و نسق اور اسے چلانے کے لئے نئے کارکن چاہئیں۔

اس ہمہ گیر تبدیلی کے لئے پیش آمدہ انتخاب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا اگر قوم تہیہ کرلے تو انقلابِ قیادت بپا ہوسکتا ہے اور ہم اسلام کے دیئے ہوئے تصور کے مطابق کامل آزادی حاصل کرسکتے ہیں۔

ان امور کا احساس پاکستانی عوام میں کم سہی، لیکن موجود ضرور ہے۔ اس احساس کو مقتدر عناصر کی کارگزاریاں روز بروز زیادہ گہرا کر رہی ہیں، اور اگر ایک منظم جماعت اس احساس سے صحیح کام لینے کے لئے میدان میں نکل آئے تو کوئی وجہ نہیں کہ مفید نتائج برآمد نہ ہوں۔ ہمیں یقین ہے کہ آنے والے انتخابات میں عوام کا زاویہ نگاہ وہ نہیں ہوگا جو اب سے پہلے رہ چکا ہے۔

ایک وقت تھا کہ انتخابات میں ووٹر یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسا امیدوار انگریز کا آلۂ کار ہے اور کس امیدوار میں حُبِّ وطن کارفرما ہے، پھر دوسرے دور میں یہ سوال پیشِ نظر تھا کہ کون کانگرسی ہے اور کون مسلم لیگی ہے؟—

اب یہ دونوں دور گزر چکے ہیں اور اب نہ انگریزی اور ہندوستانی کا سوال کوئی معنی رکھتا ہے، نہ کانگریس اور مسلم لیگ کا سوال چھیڑنے کی کوئی بنیاد باقی رہ گئی ہے۔ اب انڈیا میں اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ کانگریس کے کہنے پر وہ آنکھیں بند کرکے نائی اور بھنگی کو ووٹ دے دیں اور پاکستان میں اس کا کوئی موقع نہیں کہ عوام سوچے سمجھے بغیر ہر اس لکڑی کے کندے کو نمائندہ منتخب کر لیں جس کی طرف مسلم لیگ نے اشارہ کر دیا ہو۔ اب انڈیا کے ووٹروں کو قدرتی طور پر یہ سوچنا ہوگا کہ کون کیسا خادم ثابت ہو سکتا ہے اور کس کے پاس کیا پروگرام تعمیر و ترقی کے لئے ہے۔ اسی طرح پاکستان کے رائے دہندگان کو اب انتخاب اس نقطۂ نظر سے کرنا ہوگا کہ کس کے علم و بصیرت اور اخلاق و تقویٰ پر یہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک صحیح اسلامی دستور پر پاکستان کی استحکام و ترقی کے سامان کر سکتا ہے اور اسلام کے اصولوں سے عوامی مشکلات کو حل کر کے دکھا سکتا ہے۔

ہمارے عوام میں اگر آزادی کے شعور و احساس کی کچھ روشنی بھی پھیل سکی ہو تو پھر اُن سے یہ امید نہ رکھنی چاہیئے کہ اب بھی وہ دورِ غلامی کی طرح روپے پیسے کو، جاگیرداروں اور کارخانوں کو، کوٹھیوں اور کاروں کو، قالینوں اور صوفوں کو اور کالے لتوں اور خطابوں کو سامنے رکھ کر ووٹ کی قیمتی دولت کو لٹا سکیں گے۔ آزادی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اکابر کے علم اور بصیرت کا، ان کی دینداری اور تقوے کا، ان کے اخلاق اور اطوار کا پورا پورا امتحان کر کے کوئی ذمہ داری اُن کو سونپیں۔ عوام کے زاویۂ نگاہ میں اگر یہ تبدیلی عملاً پیدا ہو گئی تو سمجھ لیجئے کہ ملک کی آزادی و ترقی کی ساری راہیں کھل گئیں اور اگر اس تبدیلی کو روک دیا گیا تو یقین جانئے کہ غیر ملکی طاقتوں کی غلامی سے بدتر قسم کی غلامی ——— اپنوں کی غلامی ——— ایک عرصے کے لئے بطورِ سزا اُن پر مسلط ہو جائے گی۔

ایسی ہمہ گیر اور دور رس تبدیلی کے امکان کو ہمارے پرانے اقتدار پسند حضرات بہر حال محسوس کر رہے ہیں، اور اسے روکنے کی ہر ممکن الحل تدبیر اُن کے زیرِ غور ہے۔

خدا ناشناسی اور فسق و فجور کی طاقتوں کو عرصۂ دراز سے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں سے دوبدو ہونے کا موقع پیش نہیں آیا۔ بلکہ دین و سیاست کی تفریق کے نظریے کو رائج کر کے خدا پرستی اور صالحیت کی طاقتوں کو میدانِ عمل سے باہر دھکیل دینے کے بعد فسق و فجور کا مقابلہ فسق و فجور ہی سے ہوتا رہا ہے۔ لیکن اب یہ

موقع پیدا ہو رہا ہے کہ دین و اخلاق کی طاقت فسق و فجور کو کھلم کھلا چیلنج کرے گی۔ قدرتی طور پر ایک نئی قسم کے حریف کو میدان میں دیکھ کر پرانی طاقتوں میں اشتعال پیدا ہوگا اور وہ اپنی قوت کا آخری حدِّ امکان تک پورا پورا مظاہرہ کریں گی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس موقع پر دم توڑتے ہوئے پیشہ ور لیڈر ایک آخری سنبھالا لیں گے وہ جو پاکستان کی خدمت اور اسلام کی تجدید کے لئے کبھی متفق نہ ہو سکے تھے، اپنی اغراض کے لئے جھاڑو کے تنکوں کی طرح ایک مٹھ میں بندھ جائیں گے، وہ جو اپنی کمائیوں میں سے خدا اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے ایک کوڑی خرچ کرنے کا ظرف نہیں رکھتے، روپے کا سیلاب بہا دیں گے — محض اس لئے کہ پاکستان کی تعمیرِ نو کے لئے کوئی صالح طاقت ابھر نہ سکے۔

قطع نظر اس سے کہ فسق و فجور کی تیاریاں اور استحکامات کیا کچھ ہیں، ہم کو تو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بہرحال اپنا دینی فرض ادا کرنا ہے۔ اور مزاحمتیں جتنی شدید ہوں، اتنی ہی زیادہ سرگرمی و قربانی سے کام لینا ہے — اور انشاء اللہ ہم مزاحمتوں کا سینہ چیر کر اپنا راستہ نکال لیں گے، کیونکہ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ "الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا"۔

جماعت اسلامی کو انتخابات میں جو مداخلت کرنی ہے اس کا مرکزی پہلو یہ ہے کہ صالحین کی زیادہ سے زیادہ طاقت میں اصولی اور مقصدی اتحاد پیدا کر کے رائے عامہ کو الیکشن میں حصہ لینے کے لئے اسلامی اصول و حدود کی تربیت دی جائے اور اسلامی معیارِ انتخاب کو ان کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تم ایک ایسی مملکت کے باشندے ہو اور ایک ایسی قوم کے فرد ہو جو خدا کو اپنا حاکم مان چکی ہے، اس کی نیابت کے منصب پر قائم ہونے کا اقرار کر چکی ہے، اور حدود اللہ کی پابندی میں ہر قدم اٹھانے کا دستوری فیصلہ کر چکی ہے۔ لہٰذا اب تمہارا ووٹ اللہ تعالیٰ کی ایک "مقدس امانت" ہے اور اس امانت کو تم خدا کے قانون اور اس کے رسولؐ کی ہدایت سے ہٹ کر استعمال کرنے کے شرعاً، اخلاقاً اور دستوری حیثیت سے حقدار نہیں رہے۔ اب اگر تم خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف اپنا ووٹ کسی خوف، کسی لالچ اور کسی غلط عصبیت کی بنا کر غلط لوگوں کے ہاتھ بیچ دو گے تو یہ اسلام سے ایسی ہی کھلی کھلی غداری ہوگی جیسے کسی مسجد کو ایک مشرک کے ہاتھ گروی رکھ دیا جائے جس

طرح نماز کی امامت اور خطابت کیلئے جاہل اور فاسق شخص کو دانستہ پسند کرنا ایک گناہ ہے، اسیطرح اپنے ووٹوں کے ذریعے اسلامی ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے کسی غیر صالح آدمی کو منتخب کرنا بھی شریعت کی رو سے گناہ ہے۔

ہم اپنے عوام کو قرآن کا یہ حکم اچھی طرح سمجھا دینا چاہتے ہیں کہ:-

"ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" اپنی امانات (خصوصاً امانتِ اقتدار) کو صرف اہل لوگوں کے حوالے کرو۔

اس آیت کے ہوتے ہوئے اگر ایک اہل شخص کو چھوڑ کر ایک نا اہل کو اس کے مقابلے میں رائے دی جائے تو اُس جُرم کے لئے مسلمان ووٹروں کو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا کہ تم نے ووٹ کی امانت کے لئے ایک نا اہل کو کیوں ترجیح دی؟

ہم اپنے عوام پر یہ حقیقت واضح کریں گے کہ اس وقت ملک کے اندر اسلام کے مخالفین اور اسلام کے مخلص خدمت گذار مقابلے پر آرہے ہیں، اب تم کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ تم مغرب کے دین جمہوریت یا دینِ اشتراکیت یا بعض لوگوں کے خود ساختہ دینِ نفسانیت کو غالب کرنے کے لئے اپنا ووٹ استعمال کروگے یا اسلام کے محاذ پر کھڑے ہو کر ------- اس کے ذریعے فسق وفجور کی قوتوں کے خلاف جہاد کروگے؟

جماعتِ اسلامی عوام کو صرف اہل لوگوں کو ووٹ دینے کا اصولی فرض بتا کر ان سے الگ نہیں ہو جائیگی کہ بس اب تم اہل اور نا اہل کا امتیاز خود کرتے رہو، بلکہ اسے اہل اور نا اہل یا صالح اور غیر صالح کی تمیز کے لئے کتاب و سنت کی ہدایت کو کھول کے سامنے لانا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو تفصیل سے بتائے کہ اسلام اور پاکستان کی ضروریات کے لحاظ سے غیر صالح لوگوں کی کھلی کھلی علامات کیا ہیں جن کی طرف اسلام کے اصول رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو ووٹ کی خدائی امانت سپرد کرنا شرعاً حرام ہے، اُن سے پاکستان کے مناصبِ اقتدار کو بچانے کے لئے عوام کو "خطرے" کی کم سے کم حسب ذیل علامات سے خبردار رکھنا ناگزیر ہوگا:

(۱) شرعاً یہ حق صرف مسلمان عوام کو پہنچتا ہے کہ وہ سر جوڑ کر جا بجا بیٹھیں اور نیک سیرت اور سمجھدار لوگوں کے مشورے سے اپنے اندر سے صالح ترین فرد کو خود اسلام اور پاکستان کی خدمت کے لئے پسند کریں۔ منصب کی

خواہش کا اظہار اگر کسی شخص کی طرف سے ہو تو وہ خدا اور رسول کے دین کی نگاہ میں منصب کے لئے سب سے زیادہ نا اہل ہے۔ کیونکہ یا تو وہ منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی حرص میں مبتلا ہے، یا اسے ذمہ داریوں کے بوجھ کا اندازہ ہی نہیں۔ دونوں صورتوں میں ملّت کے لئے وہ مضر ثابت ہوگا۔ جہاں منصب کا لالچ ہوگا، وہاں لازماً یہ آثار موجود ہوں گے:-

(ل) اپنے آپ کو خود امیدوار بنا کر پیش کرنا یا لوگوں سے کہنا کہ مجھے منتخب کرو۔

(ب) ووٹ حاصل کرنے کے لئے روپیہ دینا اور ضیافتیں کھلانا،

(ج) اپنی تعریف و توصیف کے لئے لکھنے اور بولنے والے کارکنوں کو کرائے پر استعمال کرنا۔

(د) برادری یا پارٹی کی عصبیت کا واسطہ دلانا۔

(۲) ایک آزاد مملکت ___ خصوصاً ایک اسلامی مملکت کا نظام چلانے کے لئے علم اور بصیرت کی ضرورت واضح ہے۔ ہمیں آج ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اسلام کے نظام زندگی کا بھی پورا علم رکھتے ہوں اور موجودہ زمانے کی سیاست کو بھی جانتے ہوں۔ پس اگر کوئی شخص اسلام کے علم سے، یا دونوں پہلوؤں سے کورا ہو وہ کتنا ہی بڑا لیڈر کیوں نہ بنا چلا آرہا ہو، شرعاً ہمارے لئے نا اہل اور غیر صالح ہے۔ اب تو کسی منصب کے لئے پہلے اسلام کا علم اور پھر موجودہ زمانے کے حالات کے علم کو دیکھا جائے گا۔

(۳) اسلامی حکومت کا انتظام چلانے میں ہم کو یہ بھی دیکھنا ہے کہ کون کیسا مسلمان ہے؟ اب صرف "نعروں" سے آدمی کی حیثیت کا اندازہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ عملی زندگی پر بھی نگاہ ڈالنا لازم ہے۔ اب اسلامی نظام چلانے کے لئے وہ کارکن بے کار ہیں جن کی اپنی زندگی اسلامی نہ ہو۔ اب ہم ایسے نمائندوں کی خدمات کے ضرورت مند نہیں ہیں جو:-

(ل) مسلمانوں میں شامل ہیں، لیکن اسلام کو موجودہ زمانے کے لئے غیر موزوں سمجھتے ہیں اور اب جن کا ایمان یا تو جمہوریت پر ہے یا اشتراکیت پر!

(ب) وہ جو اسلام کے ان بنیادی عقاید سے ہٹ چکے ہوں کہ خدا نے لاشریک ہی انسانوں کا خالق، مالک، حاکم اور ہادی ہے، نبی صلعم ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے صحیح رہنما اور قطعی اسوہ ہیں، زندگی کے صحیح قانون

اور نظام کا ماخذ صرف کتاب و سنت ہے، اور یہ کہ عدالتِ آخرت میں بنی نوعِ انسان کے اعمال کی جزا و سزا کا فیصلہ ہونا ہے۔

(ج) جو خدا اور رسول کے دین سے آتنی وفاداری نہ رکھتے ہوں کہ بنیادی عبادات کو پوری شرعی پابندیوں کے ساتھ مستقلاً سرانجام دیتے ہوں۔

(د) وہ جن کے عام معاملات اسلام کی اخلاقی حدود سے آزاد ہوں اور جن کے متعلق شراب نوشی، سود خواری، بے پردہ معاشرت، رشوت ستانی، بلیک مارکیٹ، اموالِ متروکہ کی لوٹ، ناجائز الاٹمنٹ، رقص و سرود سے دلبستگی، مزدوروں اور ملازموں کی حق تلفی، مزارعین کی ایذارسانی، ٹیڈیوں کی آزادی، گندی سوسائٹی سے دلبستگی یا کسی دوسرے گناہ کبیرہ مثلاً جھوٹ، فریب دہی، وعدہ خلافی، اسراف وغیرہ کا کھلا کھلا ثبوت مل چکا ہو۔

(س) وہ جو آج سے پہلے لیڈری یا کسی سرکاری عہدے کو حاصل کر کے اسے اسلام اور مسلمانوں کی صحیح خدمت انجام دینے میں استعمال کرنے کے بجائے ذاتی فائدوں کے لئے استعمال کر کے اپنا کھوٹ سامنے لا چکے ہوں۔

(ش) وہ جن کی شخصی زندگیوں میں تقویٰ کا رنگ موجود ہو، لیکن جو اپنے تقویٰ کو ایسے اشخاص یا پارٹیوں کے ہاتھ بیچتے پھریں جن کی وفاداری اسلام سے نہیں ہے۔

یہ ساری علامات ایسی کھلی ہیں کہ عوام اگر ان کی فہرست سامنے رکھ لیں تو وہ بڑی آسانی سے خطرناک آدمیوں کو پہچان سکتے ہیں، اور یہ فہرست علامات بہر حال ہمیں اپنے عوام تک پہنچانی ہے۔

دوسری طرف مثبت طور پر جماعت اسلامی کا کام یہ ہے کہ وہ ملتِ اسلامیہ پاکستان کے ایک ایک فرد کو اس بات کا شعور دلائے کہ نبی صلعم کی شریعت کی رو سے ایسے صالح افراد کی علامات کیا ہیں جن کو منتخب کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے موجبِ برکت و فلاح ہے۔

رائے عامہ کی تربیت کی اس مہم میں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہوگا کہ پوسٹروں، پمفلٹوں، ہینڈبلوں،

اخبارات اور صالح لٹریچر کو استعمال کیا جائے اور تقریروں اور خطبوں سے کام لیا جائے، بلکہ زیادہ ضرورت اس بات کی ہوگی کہ ایک ایک حلقہ کے عام ووٹروں سے براہ راست شخصی ربط بڑھایا جائے، نیز بااثر لوگوں سے ملاقاتیں کر کے اُن کو اسلام کے تقاضوں کے احترام پر آمادہ کیا جائے۔

لٹریچر، تقاریر اور شخصی ربط کے سارے ذرائع سے عوام اور خواص میں ایسا جذبہ ابھارنا ہمارے مدّنظر ہے کہ وہ دینِ حق کی سربلندی کے لئے شخصی فائدوں، برادریوں کی عصبیتوں اور مہاجر و انصار کی تمیز کو بالکل درکنار رکھ دیں۔ اس وقت صرف یہ سوال پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ پاکستان کی گاڑی کے ڈرائیور وہ لوگ بنتے ہیں جو اسے فسق و فجور کی شاہ راہ پر نیویارک اور ماسکو کی طرف لے جانے والے ہیں یا وہ لوگ بنتے ہیں جو اسلام کی بتائی ہوئی شاہ راہ پر ہماری گاڑی کو رضائے الٰہی کے حریم پاک کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں! یہ سوال اگر سامنے ہو تو پھر ان سوالات کا کوئی مقام نہیں رہتا کہ کون مغل ہے اور کون راجپوت، کون بھٹی ہے اور کون ارائیں، کون زراعت پیشہ ہے اور کون غیر زراعت پیشہ، کون مہاجر ہے اور کون مقامی؟ بڑا سوال جب سامنے ہو تو چھوٹے سوالات ختم ہو جاتے ہیں۔

خود شریعت کی رُو سے مسلم اور مسلم کے درمیان، ایمان، علم، اخلاق اور تقویٰ کے سوا کسی دوسری صفت سے فرق کرنا منع ہے۔ شعوب و قبائل کی تقسیمیں محض تعارف کے لئے ہیں، نہ کہ بھلے اور بُرے یا صالح اور فاسق کی تمیز کے لئے۔

اسی سلسلے میں عوام کو ایک اور جہاد کی ترغیب دلانا بھی ناگزیر ہے۔ وہ یہ کہ اب وہ ہمت کر کے ان بتوں کو توڑ ڈالیں جو تن تنہا ہزاروں ووٹروں کی رائے جس کے ہاتھ چاہتے ہیں، بیچ دیتے ہیں اور اس سوداگری میں سالہا سال سے منافع کماتے چلے آرہے ہیں۔ اگر ایک مسلمان کا ووٹ خدا کی امانت ہے تو صرف خدا ہی سے اس کا سودا ہو سکتا ہے اور اس کا صحیح مصرف صرف خدا ہی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اب اگر کوئی زمیندار اور کوئی چودھری اور برادری کا کوئی سردھرا کچھ مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جدھر وہ حکم دے، اُدھر آنکھیں بند کر کے ووٹ دے دیا جائے تو گویا وہ خدا اور رسول کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے۔ جس طرح کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے زیر اثر لوگوں سے یہ مطالبہ کرے کہ جس رُخ میں کہوں، اُس رُخ نماز پڑھو، اسی طرح اُسے یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رسوخ کا

:- ووڈال کر کسی دوسرے مسلمان کو اس پر مجبور کرے کہ جدھر وہ ووٹ دلوانا چاہتا ہے، پورے اندھے پن کے ساتھ اُدھر ووٹ دے دیا جائے۔ ایسے لوگ ہماری سوسائٹی میں دراصل غیر اسلامی سیاست کی ساری مہلک وباؤں کو پھیلانے کے لئے جراثیم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے خلاف اب انالۂ تعدیہ (Disinfection) کی ایک باقاعدہ مہم شروع کرنی پڑے گی۔ اثر و رسوخ اگر اسلام کی خدمت کے لئے استعمال ہو تو وہ ایک نعمت ہے، لیکن اگر وہ دین کے تقاضوں اور مملکت کے مفاد کے خلاف برتا جائے تو وہ ایک لعنت ہے اور اس کے خلاف عوام الناس کو بغاوت کرنے کی تعلیم دینا عین خدمتِ دین ہے۔

عوام کی تربیت اور رائے عامہ کی رہنمائی کی یہ مہم کامیاب اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ جماعت اسلامی ملک کی صالح قوتوں کو پوری طرح بر سر عمل لا سکے۔ چنانچہ صالحیت و تقویٰ رکھنے والے خواص کو احساسِ فرض دلانے کے لئے جماعت ایک مستقل پیغام اپنے ساتھ رکھتی ہے :-

صالحین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ "مطالبے" کی جدوجہد کے نتیجے میں جو قرار دادِ مقاصد ہماری دستور ساز اسمبلی میں پاس ہو چکی ہے، اُس نے دین و سیاست کی تفریق کے باطل نظریے کو یکسر ختم کر دیا ہے۔ اب یہاں دینداری کو مساجد اور مدارس کی نظر بندی سے نکل کر سیاست کے میدان میں وہ کام کرنا ہے جسے انبیاء و صلحاء نے ہر دور میں سر انجام دیا ہے۔ جس دین کی سر پرستی کے لئے وہ دین سے پھرے ہوئے اقتدار کے سامنے ناکام درخواستیں کرتے چلے آئے ہیں، اب وہ دین اپنے قیام کے لئے خود ان کی خدمات کا طلبگار ہے اور جس اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے لئے وہ ریزولیوشن اور محضر نامے مرتب کرتے رہے ہیں، وہ اپنی عملی تاسیس کے لئے خود اُن کو پکار رہا ہے ــــ کیا وہ اب لبیک نہ کہیں گے؟ یہاں اسلام سے وفاداری رکھنے والی طاقتوں کو اب ایک کھلا کھلا فیصلہ کن معرکہ درپیش ہے، پھر کیا فسق صالحیت کی اس کشمکش میں کسی دیندار اور صالح شخصیت یا جماعت کا یہ مقام بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تماشائی بن کے کنارے بیٹھی رہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے آئندہ چند سالوں کے لئے اسلام کی طاقت پسپا ہو جائے؟

یہ تو نفیرِ عام کا وقت ہے اور اِس گھڑی میں تو قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ انفروا خفافاً وثقالاً ــــ یعنی سرو سامان کے ساتھ بھی اور بے سرو سامانی کے ساتھ بھی نکل کھڑے ہو! کیا یہ مطالبہ ٹھکرا کر بھی اپنے

آپ کو خدا کے سامنے صالحین و متقین کی صف میں پیش کیا جا سکے گا؟ اس وقت صالحین کا ادائے فرض سے جی چرانا ایک افسوسناک بے حمیتی کی مثال ہوگا۔

صالحین ملک کو یہ بھی محسوس کر لینا چاہیے کہ اب وہ غیر اسلامی دور ختم ہو چکا، جب کہ تقویٰ اور صالحیت کا مصرف اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ فسق و فجور کے ہاتھ اپنے آپ کو آلہ کار بنا کر فروخت کرے، اور بندگانِ اغراض کی جنگِ اقتدار میں دینداری دو حصوں میں بٹ کر ادھر سے بھی اور اُدھر سے بھی آیات و احادیث کے مقدس اسلحہ کے ساتھ جانبازی کرتی نظر آئے۔ اب نیکی اگر کہیں موجود ہے، خدا پرستی کا وجود اگر باقی ہے، اخلاق اور تقویٰ کا جوہر اگر محفوظ ہے، خلوص اور راستی کی دولت بچی رہ گئی ہے، تو اس ساری قوتِ خیر کو معروف کے قائم کرنے اور منکر کے مٹانے کے لئے غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانا ہوگا۔

اس نازک گھڑی میں جماعت خدا کے نام پر صالحین سے یہ درخواست کرتی ہے کہ:-

(۱) "تعاونوا علی البر والتقوی" کے اصول پر یہ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو بہر حال صالحین کے ساتھ تعاون کرنا ہے اور ایک بڑے مقصد کے لئے تعاون کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزئی اختلاف کو درکنار رکھ دینا ہے۔

(۲) "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کے اصول پر یہ بھی طے کر لیجئے کہ آپ کو زبان سے، مال سے، قلم سے، اعضا اور قوتوں سے کسی طرح کی کوئی مدد اثم و عدوان کی علامات رکھنے والوں کو بہم نہیں پہنچانی ہے۔ اور فسق و فجور کو مناصب کی طرف بڑھنے سے روکنا ہے۔ وہ وقت آگیا ہے کہ پرانی عادت کے مطابق سیاسی بیوپاری جوڑ توڑ کرنے کے لئے آپ تک پہنچیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ کے پاس اب کورا جواب ہونا چاہیے۔

(۳) آپ کو معلوم ہے کہ بدی سالہا سال سے منظم چلی آ رہی ہے، لیکن نیکی جس کا ایک بنیادی جزو خود نظم ہے انتہائی درجہ غیر منظم ہے، اور منتشر چلی آ رہی ہے۔ اب یہ انتشار مہلک ہوگا، لہٰذا آپ کو متفرق اصول و مقاصد کے گرد بہت سی ٹولیاں بنا کر کام کرنے کے بجائے اپنے آپ کو ایک محاذ پر مجتمع کر لینا چاہیے۔ منظم ہونے میں یہ بات مانع نہیں ہے کہ تقسیمِ کار کے لئے کچھ جتھے الگ الگ کام کریں لیکن یہ ضروری ہے کہ اصولاً

مقصد کی وحدت اور ایک جامع پروگرام کا اشتراک کارفرما ہو۔

یہ بات بڑی ہی مضحکہ خیز ہوگی کہ صالحیت کی طاقتیں کئی جداگانہ مورچوں میں بٹی ہوئی ہوں اور اُن میں نہ وحدتِ مقصد ہو، نہ وحدتِ عمل، بلکہ اُلٹا فسق کی متحد و منظم طاقتوں کی ٹکر لیتے ہوئے یہاں آپس میں دل پھٹے ہوئے اور دماغ دُور دُور رہیں۔

(۴) یہ موقع اسلام اور غیر اسلام کی شکست و فتح کا موقع ہے، اس موقع پر اگر سیاسی گروہ بندیوں اور فقہی دھڑوں کے مفاد کو اہمیت دی گئی تو آپ کے اصل مقصد کو شدید نقصان پہنچے گا۔ یہ آپ کو معلوم ہے ہی کہ یہ طعنہ زبان زدِ عوام ہے کہ علماء و صالحین اپنے فرقی اور فقہی اختلافات میں اس بُری طرح مبتلا ہیں کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے متحد ہو ہی نہیں سکتے۔ اس طعنہ کی عملی تردید یا تصدیق کا ایک موقع آپ کو مل رہا ہے اس کو ضائع نہ کیجئے، ورنہ آپ کو دوبارہ مشکل ہی سے لوگ آزمانے پر تیار ہوں گے۔

اگر اس حقیقت کو آپ محسوس کریں تو براہ کرم جماعتی، گروہی اور فقہی بحثوں اور مناظروں کے دروازے بند کر دیجئے اور اپنے اپنے حلقوں میں اختلافات کی برداشت کے لئے عالی ظرفی پیدا کرنے کی فکر کیجئے۔ نمازوں، دینی تقریبوں، جلسوں اور دوسری سرگرمیوں میں فرقہ وارانہ بنیادوں پر جو علیحدگی پسندی پائی جاتی ہے اسے ختم کرنے کے لئے ربط و تعلق کی حدود کو وسیع کیجئے۔

(۵) اپنی پوری قوتوں کو انتخابات کے بارے میں عوام کی صحیح شرعی رہنمائی کرنے میں صرف کیجئے اور یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھئے کہ آپ نے اگر کسی ووٹر کو غلط رہنمائی بہم پہنچائی تو آپ عنداللہ مجرم ہوں گے اور اگر کوئی فاسق و فاجر شخص آپ کی مدد سے یا آپ کی غفلت سے برسرِ اقتدار آ گیا تو وہ اپنے اختیارات کو خدا اور رسول کی جن جن نافرمانیوں میں استعمال کرے گا، اُن کے بارے میں آپ کو بھی ایک حصہ دار کی طرح خدا کے [illegible] جوابدہی کرنی پڑے گی۔

جماعتِ اسلامی یقین کرنے میں حق بجانب ہے کہ صالحین کو ان فرائض کا احساس دلانے کی ایک مخلصانہ جدوجہد یقیناً نتیجہ خیز ہوگی۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں صالحیت و تقویٰ کی جتنی زیادہ سے زیادہ قوت یکجا سمٹ سکے گی اور ایک مشترک مقصد کے لئے منظم کام کرنے پر تیار ہوگی، اس کے ذریعے رائے عامہ کو اسلام کے حق میں ہموار کرنے کا کام تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

انتخابات میں شریک ہونے کا پروگرام سامنے لاتے ہی جماعت اسلامی اپنا "منشور" پیش کر دینے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ اس سوال کا جواب دینا اب اس کے لئے لازم ہوگیا ہے کہ آخر جماعت صالحین کو برسر اقتدار لاکر ان کے ذریعے کیا پروگرام عمل میں لانا چاہتی ہے اور کونسی تبدیلیاں موجودہ حالات میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔

یہ ظاہر بات ہے کہ جماعت اسلامی چونکہ ہوس اقتدار کی لعنت سے بچنا چاہتی ہے، اس لئے وہ اُس معنی میں تو کوئی منشور نہیں دینا چاہتی جس معنی میں عام طور پر مغربی طرز کی سیاسی جماعتیں مینی فسٹو دیا کرتی ہیں۔ عام طور پر تو "مینی فسٹو" ووٹوں کی بھیک لینے کے لئے کاسۂ گدائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ہم اس "پیشے" کے جواز ہی کے قائل نہیں ہیں۔

ہم اگر اپنا "منشور" ملت کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ اگر ملت کو تعمیر نظامِ اسلامی کے کام میں ہماری خدمات کی ضرورت پیش آئے تو اسے پہلے سے معلوم ہونا چاہیئے کہ جماعت اسلامی کا تعمیری پروگرام کیا ہے؟ وہ دستورسازی کے لئے موجودہ نظم ونسق کی تبدیلی کے لئے مختلف محکموں کے نظم کو اسلامی نہج پر ڈھالنے کے لئے رشوت ستانی اور خیانت کے خاتمے کے لئے تعلیمی اور عدالتی نظام کی تجدید کے لئے، مالیات کی نئی ترتیب کے لئے، اصولِ کفالت پر تنخواہوں اور معاوضوں کی نئی درجہ بندی کرنے کے لئے مزدوروں اور مزارعین کو انصاف بہم پہنچانے کے لئے مہاجرین کی فوری بحالی کے لئے ماحول کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے اور ملک کو غیر ملکی استیلاء سے بچا کر استغناء دینے کے لئے کیا اسکیمیں اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اس منشور کے ذریعے قوم کو جماعت کی ذہنی اور عملی صلاحیتوں کا اندازہ ہو سکے گا۔ علاوہ بریں اس منشور کی روشنی میں مختلف صالح عناصر پر یہ بات واضح ہو سکے گی کہ جماعت اسلامی سے اُن کا تعاون کن بنیادوں پر ہو سکتا ہے۔

منشور کی ترتیب کا کام جماعت اسلامی کی مجلس شورائے نے اپنی جس سب کمیٹی کے سپرد کیا ہے، وہ برابر اپنے کام میں مصروف ہے۔

یہ منشور قوم پر خود واضح کر دے گا کہ ایک ایسی طاقت میدان میں آرہی ہے جو پرانی طاقتوں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی، نیز عوام کو اس منشور کے ذریعے یہ اندازہ بھی از خود ہو جائے گا کہ اب کیا کام پیش نظر ہے اور اس کے لئے کیسے کارکن درکار رہیں گے۔

ان مختلف ذرائع تربیت کی مدد سے جہاں بھی جماعت اسلامی فضا کو ہموار کر سکے گی وہاں اس کے کارکنوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ محلوں اور بستیوں اور حلقہ ہائے انتخابات کے ان تمام باشندوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیٹھیں جن میں مومنانہ ذمہ داری کا احساس ابھر چکا ہو اور جو انتخاب میں اسلام کے اصولی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کا تہیہ کر چکے ہوں۔ ان اجتماعات میں کھلا سوال رکھنا پڑے گا کہ کسی محلے، بستی یا حلقہ انتخاب میں اسلامی معیار کے مطابق منصب کے لئے اہل ترین فرد کونسا ہے؟

ایسی مجالس میں برادریوں کی عصبیتوں، خاندانی کشمکشوں اور پروپیگنڈے کی سحر طرازیوں سے الگ ہو کر جب لوگ سنجیدہ غور و فکر کے لئے بیٹھیں گے اور اُن میں سے ہر شخص خدا کو حاضر ناظر جان کر علاقے کے کسی بہترین آدمی کی نشاندہی کرنے کی کوشش کرے گا، تو اس کی نگاہ معمولی لغزش تو کھا سکتی ہے، لیکن ایسی کھلی ہوئی غلطی بہرحال نہیں کر سکتی کہ وہ کسی جانے ہوئے فاسق و فاجر شخص کو اسلامی نظام چلانے کے لئے منتخب کرے۔ پھر جن مختلف اشخاص کی نشاندہی کی جائے گی اُن کے متعلق پوری مجلس کو اسلامی معیار انتخاب کے ایک ایک پہلو سے تفصیلی غور کرنا ہوگا کہ کس کی حقیقت کیا ہے!

ان مجالس میں شرکت کرنے والے اپنی اپنی معلومات کے مطابق قابل غور اشخاص کی نشان دہی کریں گے، اور پھر ان کی ذہنیت، ان کے علم و بصیرت، ان کے سیرت و کردار کے متعلق تفصیل سے گفتگو ہوگی، ان کی سابق کارگذاریوں کا جائزہ لیا جائے گا اور اس طرح کسی متفقہ نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ بھی کچھ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی نشست میں قطعی فیصلہ ہو جائے، بلکہ ابتدائی غور و فکر کے بعد لوگوں کو بار بار سر جوڑ کے بیٹھنا ہوگا، یہاں تک کہ سب کی نگاہیں کسی ایک صالح ترین فرد پر جم جائیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ ایک صحیح آدمی کو معلوم کرنا بڑا مشکل ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ لوگ اپنے ماحول کے بُرے اور بھلے لوگوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اپنے آس پاس کے نمایاں افراد کے متعلق بالعموم بچے بچے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عادات و اطوار کیا ہیں، اس کی کمائی کس نوعیت کی ہے، اس کی معاشرت کیسی ہے، اس کا لین دین کس طرح کا ہے، اس کی دوستی اور دشمنی کن لوگوں سے ہے اور اس میں بھلائیاں کتنی ہیں اور بُرائیاں کیا کچھ ہیں۔ آخر لوگ جب گھر کے لئے ایک خادم، دکان کے لئے ایک محاسب،

مویشیوں کے لئے ایک چرواہا رکھتے ہیں تو اپنی ضرورت کا آدمی ڈھونڈ ہی نکالتے ہیں، اور پھر لوگ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جب رشتے کے ضرورت مند ہوتے ہیں تو اپنے معیار کے مطابق تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ملک کا انتظام اسلام کی اسکیم پر چلانے کے لئے ہی کام کے آدمیوں کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکامی ہو۔

ان مجالس میں جماعت اسلامی کے کارکن اپنی معلومات بھی بہرحال پیش کریں گے اور کسی بہتر فرد کا تعارف کرانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ غور وفکر اور بحث وجرح کے بعد ایک علاقے کے صالحین اپنے طور پر جسے نامزد کر دیں گے، پھر ان کی ساری حمایت و تائید اسی کے لئے وقف ہو گی۔ وہ اگر عذر و انکار کرے گا تو اس کو مجبور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس کے پاس زرِ ضمانت نہیں ہوگا، تو زرِ ضمانت فراہم کرنا ہوگا، اس کے خلاف اگر جھوٹا پروپگنڈا کیا جائے گا تو اس کی روک تھام کرنی ہوگی، اس کے خلاف اگر برادریوں کے محاذ بنائے جائیں گے تو عوام کی مدد سے ان کو توڑنا ہوگا اور اس کے خلاف اگر کوئی دوسرا آدمی پہلے سے کھڑا ہو یا بعد میں امیدوار بن کے اٹھے تو اس کو نام واپس لینے پر مجبور کرنا ہوگا، اس کے مخالفین اگر باہر سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو لے کے آئیں تو اس کو کورا جواب دینا ہوگا۔

اس طرح اگر ایک علاقے کے صالحین — علماء، ائمہ اور خطیب، ادیب اور اہل قلم، بااثر اور ذمہ دار اکابر — بالاتفاق کسی صالح آدمی کو اقتدار پر لانے کا تہیہ کر لیں اور عوام کی صحیح رہنمائی کے لئے متحدہ جدوجہد کریں تو بڑی سے بڑی جماعت ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے بعد بھی کسی غلط آدمی کو اس علاقے سے منتخب نہیں کرا سکتی۔

اس طرح کے مقامی اور علاقائی مشوروں کے نتیجے میں اگر کسی حلقے کے صالحین بالاتفاق جماعت اسلامی پر اظہارِ اعتماد کریں اور اس سے کسی صالح کارکن کے نامزد کرنے کا مطالبہ کریں تو جماعت بہرحال بصیرت و دیانت کے لحاظ سے بہترین کارکن فراہم کرنے کی کوشش کرے گی۔ لیکن جہاں جماعت کے لئے اپنے اندر سے کوئی آدمی پیش کرنا ممکن نہ ہوگا یا جہاں معیارِ مطلوب کے مطابق جماعت سے باہر کے کسی صالح اور اہل شخص

بقیہ صفحہ ۲۵ پر

بقیہ اشارات

پر نگاہیں مرتکز ہوں گی، وہاں جماعت گروہی عصبیتوں سے بے نیاز ہو کر "صالحیت" کا پورا پورا ساتھ دیگی۔ یہ معلوم رہے کہ صالحیت کا محدود تصور ہمارے سامنے نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، صالح آدمی اس معنی میں مطلوب ہیں کہ اسلامی نظام کو چلانے کے لئے جن ذہنی، اعتقادی اور اخلاقی صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ ان میں قابل اطمینان حد تک برسرِ عمل ہوں۔ یہ بھی واضح رہے کہ جماعت صرف ایسے قابل اعتماد "نمائندوں" کا ساتھ دے سکتی ہے جو پرائیویٹ اور پبلک دونوں دائروں میں یکساں صالح ہوں اور جن کی انفرادی زندگی اور اجتماعی سرگرمیوں میں تضاد موجود نہ ہو، نیز جو ایسی سیاسی گروہ بندیوں سے وابستگی ختم کر چکے ہوں جن کے مقاصد، جن کے اصولِ تنظیم یا جن کے طریقہ ہائے کار اسلام کے خلاف ہوں یا اسلام کی ہدایت سے آزاد ہوں ــــ ورنہ یہ کچھ بعید نہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کے امیدوار بھی نماز روزہ کا نمائشی لبادہ اوڑھ کے میدان میں نمودار ہو جائیں۔

ایسے حلقے جہاں اسلام کے معیارِ صالحیت کے مطابق کوئی ایسا شخص نامزد نہ ہو سکے جو پوری طرح قابل اطمینان ہو، وہاں عوام کی نمائندگی کے لئے فساق و فجار کے مقابلے میں ایسے فرد کو جماعت "غنیمت" شمار کرے گی جس میں "معصیت فاحشہ" یعنی اسلام سے کھلا انحراف موجود نہ ہو۔ ایسے حلقوں میں جماعت کے لوگ اپنے ووٹ بہر حال بہتر فرد کو دیں گے اور اگر کوئی اُن سے مشورہ طلب کرے گا تو پرائیویٹ طور پر اپنی رائے بتا دیں گے، لیکن جماعت بہ حیثیت جماعت کوئی خاص جدوجہد ایسے مواقع پر نہ کرے گی، کیونکہ اس طرح عوام کی طرف سے جو بھاری ذمہ داریاں جماعت پر عائد ہوتی ہیں وہ بغیر اس کے سر نہیں لی جا سکتیں کہ ایک شخص کے علم و بصیرت اور سیرت و کردار پر پورا پورا بھروسہ ہو۔

اگر کہیں (ایک مفروضہ کے طور پر) خدانخواستہ عوام کے اندر سے کسی صالح آدمی کو ابھارنے کے لئے حالات بالکل ہی ناسازگار ہوں اور فسق و فجور کی طاقت پوری طرح فضا پر چھا جانے میں ہماری ساری کوششوں کے علی الرغم کامیاب ہو جاتے تو ہمارے لئے شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی یہ ہے کہ ہم کسی غیر اسلامی ذہنیت و سیرت رکھنے والے فرد کو نہ خود ووٹ دیں نہ دوسروں کو اس کا مشورہ دیں! بلکہ جن صالح رائے دہندگان کو ہم فسق کے ہنگامۂ انتخاب کی نجاستوں سے دور ہٹا سکیں، ضرور ہٹائیں۔

گذشتہ انتخابات میں نظام باطل کے فاسقانہ الیکشن سے شریعت اسلامیہ کے تقاضے کے مطابق ہم نے جو علیحدگی اختیار کی تھی، اُس پر اگرچہ اُس وقت بڑی لے دے ہوئی تھی، لیکن بعد میں بہت جلد ہمیں محسوس ہو گیا کہ علیحدگی کی اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت و شفقت کام کر رہی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد قوم کے نمائندوں نے جو کارگذاریاں انجام دی ہیں اُن کو دیکھ کر ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہماری رائیں ان حضرات کو اقتدار دلانے میں شامل نہیں ہیں اور آج ہم پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان حضرات کی لوٹ مار، ان کی چور بازاریوں، ان کی رشوت ستانیوں، ان کی ناجائز الاٹمنٹوں، ان کی جاہ طلبی کی سازشوں کے طوفانِ معصیت میں جماعت اسلامی کے کسی فرد کا کوئی حصّہ رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔

کسی فاسق و فاجر آدمی کو ووٹ دینا نہ اسلام کی خیر خواہی ہے اور نہ پاکستان کی، بلکہ یہ دونوں کو تباہ کرنے کی سازش میں حصّہ لینے کے برابر ہے۔ ایک نااہل آدمی کو ووٹ دینا والا اسلام اور پاکستان دونوں کے سینے میں گولی مارنے کے برابر ہے۔ دین اور قوم کی یہ خدمت نہ جماعت اسلامی کا کوئی فرد خود انجام دے سکتا ہے اور نہ اس کے کارکن دوسروں کے ہاتھوں اس کارِ خیر کو ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ اُن سے جہاں تک ہو سکے گا وہ اربابِ فسق کے ہنگامۂ انتخاب سے عوام کو کنارہ کشی کی نصیحت کریں گے۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں کا پہلا کام اب یہ ہے کہ وہ صوبہ مغربی پنجاب کے ایک ایک ضلعے اور انتخابی حلقے کے حالات کا ابتدائی جائزہ لینے نکلیں اور عوام کو انتخابات کے بارے میں اسلام کی پیروی کی دعوت دیں۔ پھر وہ حمایتوں اور مخالفتوں کا اندازہ کر کے رائے قائم کریں کہ کہاں کیا حالات ہیں۔ ہمیں متعین طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ کن علاقوں میں ہم تحت کے صالح افراد کو برسرِ اقتدار لانے کے لئے کوئی کوشش یقینی طور پر کامیاب ہو سکتی ہے، کہاں برابر سرابر کی جدوجہد کے امکانات ہیں اور کون کونسے علاقے ایسے ہیں جو ان فسق و فجور کی طاقت کے پاؤں تلے سے زمین ابھی تک نہیں سرکی۔ اس ابتدائی جائزے (Survey) کو پیشِ نظر رکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کہاں کس مقدار میں قوت صرف کرنے کی ضرورت ہے

ہر ضلع اور علاقے کے حالات کے پیش نظر کام کا ایک خاص نقشہ تیار کرنا پڑے گا اور اس نقشے کے مطابق کارکنوں اور ذرائع و وسائل کو استعمال کرنا ہوگا۔

ان اشارات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی انتخابات کی مہم میں بالکل نئے اصولوں پر حصہ لینا چاہتی ہے۔ یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو پہلی مرتبہ پاکستان میں کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ایک جدید تجربہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے بہت سے خیر خواہ یہ سوال دریافت کرتے ہیں کہ کیا جماعت کے سامنے کامیابی کے کچھ امکانات بھی ہیں؟

اس سوال کا جواب ترجمان القرآن کے اگلے شمارہ میں عرض کیا جا رہا ہے!

رسائل و مسائل کا بقیہ

(صفحہ ۲۰۴ سے آگے)

نوٹ:- ان مسائل میں اپنے اپنے مطالعہ و تحقیق کو تو پیش کیا جا سکتا ہے مگر حرف آخر کی حیثیت تو ان فیصلوں ہی کو حاصل ہو گی جنہیں امت کے علمائے صالحین کی ایک منتخبہ دستوریہ اجتہادی بصیرت کے ساتھ طے کر دے۔